بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝١٥٧ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ

اور یقینی بات ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنے ہاں بلند کیا

(النساء آیت نمبر ۱۵۷، ۱۵۸)

اَلتَّنْقِیْحُ فِیْ رَفْعِ الْمَسِیْحِ عَلَیْهِ السَّلَام

(رفع کی مختصر وضاحت)

تحقیق و تالیف: محمد ہادی فاضل علوم دینیہ تعلیم القرآن رستم ضلع مردان

خط وکتابت اور ہماری دیگر کتابیں مفت منگوانے کا پتہ

ابرار احمد معرفت پوسٹ بکس نمبر 551 ملتان پوسٹ کوڈ نمبر 60000 پاکستان

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله وحده والصّلوٰة والسّلام علیٰ من لانبی بعده

اس سے پہلے میں نے کتاب عقیدہ خاتم النبین میں یہ بات لکھی تھی کہ ''رفع کی مزید لغوی اور اصطلاحی تحقیق کا انتظار کیجیے'' اللہ کے فضل وکرم سے اس وعدے کے مطابق یہ کوشش حاضر خدمت ہے اس سے پہلے کہ رفع پر بات ہو ایک بار پھر توفی کے معنی پر مختصر بحث پیش خدمت ہے لسان العرب ج ۱۶ ص ۳۵۹ میں لکھا ہے۔

توفی فلان وتوفاهٔ الله اذا قبض نفسهٔ وفی الصحاح اذا قبض روحهٗ وتوفیت المال منهٔ واستوفیتهٗ اذاخذته کله توفیت عددالقوم اذا عددتهم کلهم وهکذا فی تهذیب اللغت ج ۸ ص ۴۱۹۔ترجمہ:۔ توفیٰ فلاناً اور توفاه الله کا معنی اس کا نفس قبض کیا۔صحاح میں ہے کہ اس کی روح قبض کی۔ وتوفیت المال واستوفیت کا معنی ہے کہ اس سے سارا مال لے لیا۔توفیت عددالقوم سب کو شمار کیا (تلبیسات کے جوابات ص ۵۲۹)

قارئین کرام درج بالا لغت پر غور کریں (۱) جب توفی کا استعمال انسان کیلیے ہو اور فاعل اللہ ہو تو اسکا ترجمہ ہوگا اس کی روح قبض کی، اس کا نفس قبض کیا۔ (۲) جب فاعل انسان ہو اور توفی مال کی ہو تو معنی ہے کہ سارا مال اس سے لے لیا۔ (۳) جب توفی کی نسبت عدد سے ہو تو شمار کرنے یعنی گننے کے معنی میں ہے۔ یہاں یہ قاعدہ بھی یاد رکھیے کہ نسبت کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی آتی ہے جیسا کہ درج بالا لغت سے ثابت ہے۔ نیز سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۴۲ اس باب پر صریح دلالت کرتی ہے کہ ہر انسان کی توفی دو قسم کی ہے الله یتوفی الا نفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها ،ترجمہ:۔اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں (انکی روحیں) سوتے میں

(قبض کر لیتا ہے) (ترجمہ فتح الحمید) تو معلوم ہوا کہ (۱) مرنے والوں کی توفی موت ہے اور (۲) سونے والوں کی توفی نیند ہے۔ توفی روح بدن کے ساتھ زندہ پورا پورا اُٹھانا درج بالا آیت اور لغت کی روشنی میں صحیح نہیں۔ نیز جہاں نیند کے معنی میں ہو وہاں ضرور قرینہ ہوگا۔ جیسے درج بالا آیت اور سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶ سے ظاہر ہے۔ اور باقی ہر جگہ موت کے معنی میں ہے نیز جس شخص کا عقیدہ ہو کہ مردہ قبر میں رکھنے کے بعد سوال کیلئے زندہ کیا جاتا ہے۔ اقامۃ البرھان میں سجاد بخاری جو شیخ غلام اللہ کے معتمد خاص تھے لکھتے ہیں یہ آیت موت کے بعد میت کے جسد عنصری میں عود روح کی نفی پر نص قطعی ہے۔

(ص ۵۵) (اشکال) اگر کوئی کہے کہ جہاں بھی توفی مرنے کے معنی میں آیا ہے۔ وہاں ضرور کوئی قرینہ موجود ہوتا ہے حیات یا اس کے لوازم کے مقابلہ میں مثلا (و امانرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک، (یونس ۴۲، رعد ۴۰، غافر ۷۷) ترجمہ:۔ یا دکھائیں گے تجھے (تیری زندگی میں) بعض وہ جس کا وعدہ کرتے ہیں یا تجھے وفات دیں گے۔

(تلبیسات کے جوابات ص ۵۳۰)

جواب:۔ درج بالا قاعدہ سے ثابت ہوگیا کہ اذ قال اللہ یعیسی جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! اب دیکھئے اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام سے اس کی زندگی میں تھا تو اب انی متوفیک میں تجھے وفات دینے والا ہوں بالکل صحیح و درست معنی ہے۔ اب سورۃ المائدہ کی آخری رکوع کی آیت فلما توفیتنی جب تو نے مجھے وفات دی درج بالا قاعدے کے مطابق بالکل شک سے پاک ترجمہ ہے۔ کیونکہ پہلے وکنت علیھم شھیداًمادمت فیھم اور جب تک میں ان میں رہا ان پر گواہ تھا۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت میں رہنا زندگی میں تھا اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت کرنا درست نہیں۔ مفسر قرآن شیخ رشید رضا لکھتے ہیں۔ والحق انہ لیس فی القراٰن نص یثبت ان ینزل من السماء یحکم فی الارض (المنارج ۶ ص ۴۸) اور حق بات یہ ہے کہ

قرآن میں کوئی ایسی نص نہیں جس سے ثابت ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور زمین میں حکومت (یا فیصلے) کریں گے

رفع کی بحث

عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کا استعمال قرآن مجید میں دو مقامات میں ہے۔

(۱) ورافعک الی (ال عمران آیت ۵۵) (۲) بل رفعه الله اليه (النساء ۱۵۸)

دونوں آیتوں میں رفع کا تعدیہ حرف الی ہے اس لئے اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ چونکہ دونوں جگہ رفع کے ساتھ حرف الی ہے اس لئے اس کا ترجمہ (۱) اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں (۲) بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور دونوں جگہ اٹھانے سے مراد روح مع الجسد یعنی زندہ اٹھانا مراد ہے۔ اس کا کوئی دوسرا معنی بن ہی نہیں سکتا اور یہاں بلحاظ درجات وقرب کا معنی کرنا قرآن میں تحریف ہے۔ آیئے پہلے قرآن کی طرف (۱) قرآن مجید میں رفع حرف الی کے ساتھ ان دو (۲) آیتوں کے علاوہ اور کہیں بھی استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ اوپر جانے کے لئے صعد، عرج اور رقی کے الفاظ مستعمل ہیں نیز یہ بھی ایک قاعدہ ہے الاشیاء تعرف باضدادھا چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں تو قرآن مجید میں رفع کا ضد نزول کہیں بھی نہیں بلکہ رفع کا ضد (یعنی مخالف لفظ) وضع (رکھ دینا) خفض (پست کر دینا) مستعمل ہیں۔ (۲) قرآن مجید میں انی متوفیک پہلے ہے اور رافعک الی بعد میں ہے اور متوفیک کا معنی تجھے وفات دینے والا ہوں۔ اب جبکہ اللہ نے وفات کا وعدہ پہلے کیا اور رفع کا وعدہ بعد میں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے زندہ اٹھایا جائے اور بعد میں زمین پر اتار کر موت دی جائے۔ یہ بات اگرچہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی دو مقامات کا ذکر ہے۔ سورۃ ال عمران ۴۵ میں یہ بات ہے۔ وجیھا فی

الدنیاوالاخرۃومن المقربین۔ باآبروہوں گے دنیاوآخرت میں اورمقربین میں
سے ہوں گے(ال عمران) تودرج بالاآیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کے لئے بھی
مرنے سے پہلے دنیاتھی اوردنیایہ ہے جس میں ہم زندگی گزاررہے ہیں اورآخرت کامعاملہ
مرنے کے بعد ہے ساتھ یہ بھی یادرکھئے کہ ہماراایمان ہے کہ نبی علیہ السلام کی احادیث
قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ احادیث اعمال میں حجت ہیں جن کاانکارکفر ہے لیکن عقائد
میں اسی طرح اخبارقرآنیہ میں احادیث سے تشریح توکی جائے گی لیکن مخالف بات میں
راویوں کی خطاہوتی ہے۔ یہ کہاں ہوسکتا ہے کہ دجال مردے کوزندہ کرے گا۔ بارش
برسائے گااورغلہ اگائے گا۔قرآن مجید میں رفع کااستعمال جہاں غیرذوی الارواح کے
لئے ہے اس کی نسبت انسانوں سے نہیں اورنسبت کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی ہوتی ہے۔
اس لئے وہاں اگررفع اٹھانے کے معنی میں ہے تووہ صحیح ہے لیکن ان سے ہم استدلال نہیں
کرسکتے۔ایک مقام پرآیاہے۔و رفع ابویه علی العرش (الایه)اوراپنے والدین کو
تخت پراونچابٹھایا(سورۃیوسف 100) یہاں انسانوں کی رفع (اٹھانا) حسی معنی میں ہے۔
کیونکہ فاعل ومفعول دونوں انسان ہیں اوریہاں رفع کی تعدیہ حرف ''علیٰ'' ہے نہ کہ ''الیٰ''
تواس آیت سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رفع کے ساتھ حرف ''علیٰ'' ہوتوپھرنیچے
سے اوپرکی طرف اٹھاناصحیح ہے جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کی رفع کیلئے ''اِلیٰ'' ہے نہ کہ
''عَلیٰ''۔(۲)اب ذرالغت پرنظردوڑایئے و رفعه الی السلطان قدمه و قربه
(۱)(المنجد عربی ص۲۷۲)اوراسے آگے کیااوراسے قریب کردیا۔لغت سے یہ بات معلوم ہوئی
کہ رفع کاتعدیہ جب اِلیٰ ہوتونیچے سے اوپرکی طرف اٹھاناصحیح نہ رہابلکہ قربت یعنی نزدیکی
کے معنی میں ہے اوریہ توہرمسلمان کومعلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پرمستوی (جیساکہ اس کی شان
کے لائق ہے) ہونے کے باوجودحسی طورپرکوئی چیزاس سے دورنہیں۔ یہ زمان ومکان کے

فاصلے مخلوق کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو "لیس کمثله شی" کوئی چیز اسکی مثل نہیں۔ (شوریٰ آیت نمبر ۱۱) (۲) اب امام راغب کی کتاب المفردات فی غریب القرآن کا اردو ترجمہ مفردات القرآن دیکھئے۔ بل رفعه الله الیه۔ میں رفع کے معنی آسمان کی طرف اٹھا لے جانے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور رفع بلحاظ شرف بخشی بھی اور خافضة رافعة اور بعض کو نیچا دکھائے گی اور بعض کو بلحاظ درجہ بلند کرے گی (میں بھی) رافعة کا لفظ خافضة کا مقابلہ میں آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع بلحاظ درجات مراد ہے۔ (مفردات القران اردو ص ۴۰۸) قرآن مجید اور لغت کے بعد اب دیکھئے مفسرین (۱) فالمتبادر فی الایة انی ممیتک وجاعلک بعد الموت فی مکان رفیع عندی کما قال فی ادریس علیه السلام (ورفعناه مکاناً علیا، مریم آیت نمبر ۵۷) والله تعالیٰ یضیف الیه ما یکون فیه الابرار من عالم الغیب قبل البعث وبعده کما قال فی الشهدا (احیا عندربهم، آل عمران، ۱۴۹، المنار ج ۳ ص ۲۶۱) آیت میں صاف بات یہ نظر آتی ہے کہ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور وفات کے بعد تجھے اپنے ہاں اونچا مقام دینے والا ہوں جیسا کہ ادریس علیہ السلام کے متعلق فرمایا اور ہم نے ان کو بلند رتبہ تک پہنچایا (ترجمہ بیان القرآن سورۃ مریم ۱۷ ۵) وہ صالحین جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے اور قیامت کے بعد جن مقامات میں رہتے ہیں ان کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے جیسا کہ شہیدوں کے متعلق فرمایا اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں (المنار ج ۳ ص ۲۶۱)

(سوال) اگر کوئی کہے کہ اس شخص نے الی کے معنی میں تحریف کر کے لکھا ہے اپنے ہاں جس کیلئے عربی میں اکثر عندی یا لدی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

(جواب) چاہیے کہ لغت کی کتابیں اٹھا کر دیکھی جائیں تو معلوم ہوگا کہ الی مرادفة : کلامه اشهی الی من الرحیق ای أشهی عندی (المنجد ۱۷) عند کے معنی میں

اس کا کلام مجھے شراب سے زیادہ مرغوب ہے یعنی میرے نزدیک (ہاں) زیادہ مرغوب ہے باقی وضاحت انشا اللہ کسی اور موقع کیلئے چھوڑتا ہوں اس لئے کہ بنیادی باتوں کی وضاحت ہوگئی ہے اب عبید اللہ سندھی صاحب کی دو (۲) کتابوں (۱) تفسیر الہام الرحمٰن۔

(۲) تفسیر المقام المحمود کا کچھ عکس پیش خدمت ہے اور چند اور حوالہ جات بھی۔ بعض لوگ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ تفسیر الہام الرحمٰن اس کی اپنی تفسیر نہیں تو المقام المحمود سے ان علماء کے نام لکھتا ہوں وہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اس کی کتابیں ہیں۔ (۱) مفتی عبد القدیر (۲) مفتی عبد الخالق آزاد (۳) مفتی سعید الرحمٰن (۴) علامہ ڈاکٹر عبد الواحد (۵) علامہ سعید احمد اکبر آبادی (۶) علامہ ابوسعید غلام مصطفےٰ القاسمی (۷) علامہ خواجہ عبد الحی تلمیذ رشید امام عبید اللہ سندھی (۸) علامہ محمد مہاجر مدنی تلمیذ عبید اللہ سندھی (۹) مفتی محمد عباس شاد (۱۰) علامہ نور الحق علوی تلمیذ سندھی (۱۱) علامہ محمد عبد اللہ لغاری تلمیذ سندھی (۱۲) علامہ جار اللہ تلمیذ سندھی

تفسیر
المقام المحمود (جلد اول)
سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء
ترجمہ قرآن حکیم:
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی
نور اللہ مرقدہ
تفسیر قرآن حکیم:
امام انقلاب شارح حکمت ولی اللہی
حضرت مولانا عبید اللہ سندھی
مرتب
حضرت مولانا عبد اللہ لغاری تلمیذ امام سندھی رحمہما اللہ
تحقیق تصحیح تعلیق
حضرت مولانا مفتی عبد القدیر صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ۔ بنوری ٹاؤن کراچی
رئیس دار الافتاء۔ مدرسہ اشاعت العلوم چشتیاں
ناشر: مکی دار الکتب لاہور

الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن اردو
سورۃ الفاتحہ — سورۃ المائدہ
قرآن عظیم کی حکیمانہ انقلابی ٥ بین الاقوامی تفسیر
مجدد اعظم امام انقلاب علامہ مولانا عبید اللہ سندھی
شیخ الہند حضرت مولینا محمود الحسن قدس سرہٗ
ناشر: علامہ مولانا محمد معاویہ ٥ ادارہ بیت الحکمۃ امام ولی اللہ الدہلوی

(۱۵۶) وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ الآية۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر بچپن میں الزام لگاتے مگر
ان کو اس وقت اس کی غیر فطرتی پیدائش کے متعلق تسکین ہو گئی، مگر اب جب اس نے نبی ہو کر ان کی
اصلاح شروع کی تو اس پر بہتان باندھا۔

(۱۵۷) وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ الآية۔ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کی شریعت کے تبدیل کرنے کا حکم
دیتے ہیں (یہ) اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔
مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ۔ تاویلیں کر کے باتیں بناتے ہیں مگر کسی کو یقین نہیں ہے۔
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔ یعنی یہود جو کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح جان سے مار ڈالا یہ بھی غلط ہے اور نصرانی
جو کہتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا یہ بھی غلط ہے۔
وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ بلکہ واقعات بے شبہ ایسے مشتبہ پیدا ہو گئے جس سے کہ یہ اس قسم کا خیال بنا سکتے تھے۔
اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ الآية۔ غرض شک دونوں (یہود و نصاریٰ) کے دل میں ہے۔

(۱۵۸) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ:۔ جس طرح تمام بزرگ لوگ اللہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح اللہ نے
ان کو بھی اپنی طرف اٹھا لیا۔ یہ انسانیت کا عام قاعدہ ہے کہ جس بزرگ کی قبر مشتبہ ہو جاتے (یعنی اس بزرگ
کی قبر معین نہ ہو اور لوگوں نے اس بزرگ کو کھلے طور پر دفن ہوتے نہ دیکھا ہو) تو اس کی متعدد جگہوں پر یا تو قبریں
بنالی جاتی ہیں اور یا کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ مسلمانوں کو اس کی مثال حضرت علیؓ امیر المومنین کی شہادت
کے بعد اچھی طرح ملتی ہے، آپ کو ایک انارکسٹ (فسادی) نے قتل کیا تھا اور مسلمانوں کو ڈر تھا کہ حضرت علیؓ

عکس المقام المحمود صفحہ ۶۵۱

مفسرین نے ایک قصہ بنا دیا اور مسلمان اس پر ایمان لائے کہ مسیح رفع کر لیا گیا اور اس کا ایک حواری اسکی صورت بن
گیا۔ ہم کو اس بات کی تصدیق یا تکذیب کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ قرآن نے حکایت بیان کی ہے وہی اناجیل
میں ہے۔ بل رفعہ اللہ یہ کلمہ قرآن میں ایک بار مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کلمہ کی بہت سی مثالیں اور نظائر ہیں
جیسے اجتماعیت میں مقام عالی حاصل ہو تو

قرآن اسے رفع کے ساتھ موصوف کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے مسیح کا درجہ بلند کیا۔ اب ہم موسیٰ اور ابراہیم
کی تعلیمات نہیں جان سکتے جب تک کہ ابن مریم کی اتباع نہ کریں۔ یقیناً اللہ نے اس کا مقام بلند
کیا (یہی رفع کا معنیٰ ہے) نیز ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ قرآن کی تفسیر میں اس کے رفع جسمانی کے قائل
ہوں۔ اہل متکلمین ہماری مخالفت کرتے ہیں تو یہ اختلاف آج کا نہیں بلکہ شروع سے اسلام میں چلا

عکس الہام الرحمٰن صفحہ 396

یعنی مُجَوِّئیک تجھے مارنے والا ہوں۔ یہ جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی۔ نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنۂ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے علی بن ابی طالب کے مددگار تھے ان میں حب علی نہیں تھا بغض اسلام تھا۔ یہ بات ان لوگوں میں پھیلی جن نے "ہُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی" کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس بات کا حل اجتماعیت عامہ کی معرفت پر مبنی ہے۔ جو لوگ اس قسم کی روایات پیش کرتے ہیں وہ علوم اجتماعیت سے بہت دور ہیں۔ جب وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھتے تو وہ ان روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں علمی بحث کا پہلا مرجع قرآن ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عیسیٰ نہیں مرا

اور وہ زندہ ہے۔ اور نازل ہوگا۔ یہ استنباطات ہیں۔ اور اس میں شکوک و شبہات ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اس پر عقیدۂ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جائے قرآن کے بعد اصح الکتب ہمارے نزدیک مؤطا امام مالک ہے اس میں اس پر دال کوئی چیز نہیں۔ عام اہل علم کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔ ہمارے نزدیک موطا کے بعد بیشک اصح ہے۔ حدیث لینزلن ابن مریم اس میں موجود ہے لیکن اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ اس کے متعلق بخاری نے کوئی مؤید چیز پیش نہیں کی بلکہ اس کے مناقض پیش کی ہے۔ لوگ بخاری کے تراجم میں تدبر نہیں کرتے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ اس کے ابواب میں ہے۔ پس اگر امام بخاری فکر عامہ کی اپنی جامع میں تضعیف کر دے تو وہ ہمارے نزدیک اس حدیث کی تضعیف ہے۔ یا اس کے اعلال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی حدیثیں بخاری میں متعارض ہیں جن کو وہ ہر متفکر و مجتہد کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ کوئی مضر نہیں ان احوال کے لئے جو کسی کتاب کو بعد کتاب اللہ اصح بناتے ہیں (یعنی اس سے بخاری کے اصح ہونے پر سقم نہیں آتا۔ (عبدالرزاق)

حافظ ابن حجر کتاب اللہ کو تمام کتب احادیث پر مقدم کرنے کے لئے مُصر ہے اور نخبۃ الفکر میں تصریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "بعض دفعہ احاد میں ایسی حدیث ہوتی ہے جو قرائن سے بعض دوسری پر علم نظری کے لحاظ سے مفید ہوتی ہے"۔

پھر صاحب نخبۃ الفکر کہتا ہے "جو خبر (حدیث) قرائن سے قوی ہو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جسے شیخین (بخاری مسلم) نے بیان کیا ہو۔ اور حد تواتر کو وہ نہ پہنچی ہو اور صرف قرائن نے اسے تقویت دی ہو قرائن دو ہیں (۱) اسکی شان میں پایداری و قوت و عظمت ہو۔ (۲) اہل علم نے اسے قبول کیا ہو اور یہ خیالی قبولیت بھی افادہ علم کے لحاظ سے زیادہ قوی ہوتی بنسبت ان کے جس کے طرق بہت ہوں لیکن تواتر کو ...

نہ پہنچے ہوں (مگر یہ کہ خاص ہے اس قسم کے لئے جس کو حفاظ میں سے کسی نے نہ پرکھا ہو۔ دو کتابوں (بخاری
مسلم) کی حدیثوں میں سے) یہی استثنا نیز فقرہ مطلوب ہے۔ کہ جب دونوں کتابوں میں تخالف واقع نہ ہو
تو ترجیح محال ہو جاتی ہے کہ ان کی صداقت کا علم نہیں جو متناقضات کے لئے مفید ہو۔ ایک کو دوسری
حدیث پر ترجیح نہیں ہوتی۔ اس کے ماسوا اجتماع اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مائل ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں (علامہ مسند ھی) حافظ استثنا کر رہا ہے اس کا جسے حفاظ میں سے کسی نے
پرکھا ہو۔ اس طرح کی سو حدیثوں سے زیادہ ہیں جیسے ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے۔
اور استثناء کا تعلق تخالف والی حدیثوں سے ہے کہ وہ بعد کتاب اللہ اصح نہیں۔ جب ایسی حدیث ہو جسے بخاری
نے بیان کیا ہو اور دوسرے باب میں اس کے خلاف تصریح کی ہو تو کیا وہ علت والی حدیث کی طرح شمار نہ کی
جائے گی۔ اس قسم کے نکتہ پر سوائے خاص اہل علم کے متنبہ نہیں ہو سکتے

فصل —— سورۃ مائدہ (۱۱۶) میں ——

واذ قال اللہ یٰعیسیٰ الخ اس کا جواب عیسےٰ نے دیا ۱۱۷ میں وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم الخ جب
تک میں زندہ رہا میں گواہ تھا جب تو نے مجھے وفات دی پھر تو ہی ان کا رقیب اور نگہبان رہا۔ ہمیں اس آیت میں غور کرنا
چاہیئے۔ سوال کا رجوع اس زمانہ کی طرف ہے کہ عیسےٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے خدا بنا لیں اور یہ قول بھی نصرانی تاریخ
کے پہلی صدی ہوا کیوں کہ یہ عقیدہ اس صورت میں صدی کے بعد ہی ہوا ہے۔ عیسےٰ نے اس کے جواب میں
انکار کیا۔ کہ اس کی زندگی میں یہ واقعہ نہیں ہوا اور کہا کہ میں اس وقت تک گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں موجود رہا
یعنی اس قول کی ذمہ داری میری موجودگی میں ہو سکتی ہے۔ اور میری موجودگی میں یہ بات نہیں ہوئی کنتما توفیتنی
یعنی مسئولیت مجھ پر واقع نہیں ہو سکتی۔ یہ قول میری وفات کے بعد ہوا ہے۔ اگر ہم یہ تفسیر نہ کریں تو جواب سوال
کے مطابق ہو ہی نہیں سکتا۔

اب ہم بخاری کی کتاب تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو سورہ مائدہ کی تفسیر میں کہا کہ بات ما جعل اللہ من بحیرۃ
ولا سائبۃ ۔۔۔۔۔۔ وکنت علیھم شھیدا الخ کے باب سے پہلے بیان کیا ہے۔ باب اول میں ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ متوفیک کا معنی ممیتک کرتے ہیں اور فلما توفیتنی سے یہی تفسیر یعنی موت مراد لی ہے۔ اور اس وفات کو
وہ نہیں سمجھا سکتا۔ جو عام لوگ وہم کرتے ہیں کہ کئی ہزار سال کے بعد وہ نازل ہوگا پھر مرے گا کیوں کہ وفات بعد
نزول نگہبانی کے بھی خلاف پڑتی ہے۔ اور مسئولیت سے بھی عیسےٰ نہیں بچ سکتا۔ حالانکہ وفات نبی اسرائیل کی نگہبانی
سے ذمہ داری ہٹا رہی ہے۔ اور عدم مسئولیت کے لئے وفات کو دلیل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے

اور یہ پہلی صدی کے بعد واقع ہو گیا تھا۔ ہزاروں سال کے بعد تو یہ قول واقع نہیں ہو رہا گویا اس سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی ختم ہونے سے پہلے ہی موت واقع ہو گئی۔ یہ امام بخاری کا تفقہ ہے کہ اس نے ابن عباس کی تفسیر کو آل عمران میں نقل نہیں کیا۔ کیوں کہ لوگ اسے بعد نزول مراد لیتے ہیں۔ اور متوفیک مقدم کو مؤخر کر دیتے ہیں امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ اس تفسیر کی تحریف نہ کریں اسے ابن عباسؓ کا قول سورہ مائدہ میں نقل کیا تاکہ بعد نزول پر بات محمول نہ کریں۔

تو اس اشارہ سے امام بخاری کا معنی یہ ہے کہ متوفیک سے مراد ممیتک ہے اور یہ اولیٰ ہی میں واقع ہو گئی ہے۔

ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کیا اسے متفق علیہ اصول میں سے بنایا جا سکتا ہے؟ بلکہ وہ حدیث ایسی ہے جس کا انہوں نے ضعف ذکر کیا ہے۔ اگرچہ یہ اس سے ہے جس پر علم حدیث کی ورق گردانی کرنے والے متنبہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کی قدر وہ سمجھتے ہیں۔ جو بخاری کو موطا امام مالک کی شرح سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ امام مالک نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور حدیث طواف فی الرویا کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ فی المعنی ضعیف ہے اور تعجب یہ ہے کہ اشاعرہ کے متقدمین نزول مسیح و مہدی کو اہل سنت کے ضروری اعتقادات میں شامل کرتے ہیں۔ حالاں کہ نہ صاحب مواقف نے بیان کیا ہے۔ نہ شارح نے اس کی تنقید کی ہے۔ عضدیہ نے ذکر نہیں کیا نہ اس کے شارح دوانی نے کوئی اس کی تنقید کی ہے۔ غرضیکہ یہ مسئلہ غیر متدبر لوگوں کے ہاں ہے واللہ اعلم۔

انی متوفیک ابن عباس اس کا معنی ممیتک کرتا ہے۔ بخاری نے مائدہ میں بیان کیا ہے۔ اس کی تفسیر اس طرح ممکن نہیں جس طرح عام لوگ کرتے ہیں۔ ورافعک الی یعنی علم و مرتبت میں جیسے ادریس کو رفعت دی گئی۔ ورفعناہ مکانا علیا۔ ادریس کے علوم ریاضی اور طبعی فطرت انسانی کی طرح ہو گئے۔ اور یہ علم میں مرتبہ رفیعہ ہے۔ اسی طرح علوم مسیح لوگوں کی فطرت ہو گئے۔ اور یہ فطرت متمکن ہو گئی کہ اس کی تصریح حنیفیت کے ایک عظیم نبی نے کی ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر وہ غالب آ گئی ہے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا بلند مرتبہ ہے۔ صابی ذہنوں تک حنیفیت پہنچی یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا اثر ہے۔ یونان اور روم نصرانیت میں داخل ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے۔ اور وہ صابیت کے رکن ہیں اسکے بعد ایران اور ہند حنیفیت کے شاہ متاثر ہوا جو صابی تھا۔ وہ موسیٰ اور تورات کی عظمت کا قائل تھا۔ یہ تمام عیسیٰ کی تعلیم کا اثر ہے گویا ان کے لیے فطرت طبعی ہو گئی۔ یہ تمام ورافعک الی کا معنی ہے۔

وفیہ ینزل اسے حکماً
بھذہ الشریعۃ۔ لا
نبیاً ولاکثران
عیسٰی لم یمت۔
وقال مالکؒ مات
وھو ابن ثلاث
وثلاثین سنۃ

اور حدیث میں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اسی شریعت پر فیصلہ کرنے والے نازل ہوں گے نہ کہ نبی کی حیثیت سے اور اکثر اس پر ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور امام مالک نے کہا کہ 33 برس کی عمر میں فوت ہوئے

(اقتباس، مجمع البحار اور شرح مسلم للسنوسی)

خطوط ابو الکلام آزاد

پہلی دسمبر کو واقعی مجھے روپیہ کی ضرورت ہوگی لیکن اس سے زیادہ میں اس بارے میں نہیں لکھونگا۔ جہانتک ان امور کا تعلق ہے، میں آپ کو وکیل مطلق تصور کر چکا ہوں۔

تعجب ہے کہ نزول مسیح کے بارے میں آپ کی خلش باقی ہے۔ میں نے اپنی رائے ظاہر کر دی تھی، البتہ وجوہ و دلائل کے لیے کتاب کا حوالہ دیا تھا۔ بغیر تفصیل کے ان کا استقصار ممکن نہیں۔ بلاشبہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک مسیحی عقیدہ ہے اور اسلامی شکل و لباس میں نمودار ہوا ہے۔ لیکن کیونکر نمودار ہوا، یہ بحث طلب ہے۔ اگر آپ کسی وجہ سے اسے بہت ہی اہم سمجھتے ہیں، تو کوشش کرونگا کہ وقت نکال لوں اور بہ تفصیل لکھوں

والسلام

ابو الکلام

ایک خط مولوی رجب علی کی نسبت لکھ چکا ہوں۔ امید ہے آپ جواب بھیج چکے ہونگے۔

مختصر
سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم

تاليف

الامام العلامة الشيخ عبد الله بن الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمهم الله

علق عليه

الشيخ ابراهيم بن علي الصباغ

غفر الله له ولوالديه ... ولجميع المسلمين

— ٦٢ —

وهذه الصفات منطبقة على محمد وأمته لا على المسيح ، فانه لم يتمكن هذا التمكن في حياته ولا من اتبعه بعد موته

ترجمہ: اور یہ صفات (جو مذکور ہوئیں) محمد ﷺ اور آپ کی امت پر منطبق (پوری آتی) ہیں نہ کہ مسیح علیہ السلام پر کیونکہ ایسا اقتدار نہ آپ کو آپ کی زندگی میں ملا اور نہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں کو۔

انتباہ:۔حرف ''بل'' کے متعلق اکثر کہا جاتا ہے کہ ماقبل اور مابعد میں مغائرت اور منافات ہوتی ہے۔ حالانکہ تدارک کی دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے کلام کے ذریعے پہلے کلام کی وضاحت اور اس پر اضافہ مقصود ہو (مفردات القرآن) اسلئے بل رفع اللہ الیہ میں وما قتلوہ یقیناً پر اضافہ مقصود ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کے دو دعوے تھے۔ (۱) ہم نے اسے قتل کیا (۲) وہ لعنتی موت مرا۔ تو یہاں دونوں دعوؤں کی تردید ہے کہ (۱) اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا (۲) بلکہ اللہ نے اسے اپنے ہاں بلند کیا۔ اگر اللہ اسے آسمان پر اٹھاتا پھر تو یہودیوں کا مطلب پورا ہو جاتا کہ چلو اس سے ہماری جان چھوٹ گئی کیونکہ کسی نبی سے قوم کی دشمنی ذاتی نہیں بلکہ دعوت حق کی بناء پر ہوتی تھی اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے دشمنوں سے بچائے رکھے (فافھم وتدبر)

دیکھئے نبی ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ او وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) اللہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ (الانفال 30) اور پھر سورۃ توبہ میں فرمایا ترجمہ: اور اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے اس کی مدد کی جب اس کو کافروں نے نکال دیا (الایۃ سورۃ توبہ) تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ کو مکہ سے نکالنے میں کافروں کی تائید کی۔ نہیں۔ بلکہ اللہ کی تدبیر یہ ہے کہ نبی کو کافروں سے بچا کر اسے دعوت حق پھیلانے کا موقع دے۔۔۔ (سورۃ الصّف 61) کا آخری رکوع پڑھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے دعوت حق پھیلانے کا موقع دیا اور وہ اس میں کامیاب ہوئے۔

سوال: عیسیٰ علیہ السلام بطور نبی نہیں بلکہ امتی کی حیثیت سے آئیں گے اس لئے اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں؟

جواب: یہ بات لوگوں کی اپنی طرف سے ہے۔ روایت میں ہے کہ جب امیر انہیں کہے گا آؤ ہمارے لئے نماز پڑھاؤ وہ کہیں گے کہ نہیں اللہ نے اس امت کی شرف یابی کے سبب آپ کو ایک دوسرے کا امیر بنایا ہے (مسلم جلد 1 صفحہ 87) تو اس روایت سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس امت کا فرد نہیں سمجھتے۔

سوال: ارسال اور انزال میں فرق ہے عیسیٰ علیہ السلام ارسال کے طور پر نہیں آئیں گے بلکہ نازل ہوں گے۔ اس لئے آپ کا نزول خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔

جواب: یہ صرف دھوکہ کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا الخ اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے (النحل آیت 36) اور یہی الفاظ روایات میں عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی آئے ہیں۔ (۱) اذ بعث اللہ المسیح بن مریم علیہ السلام (مسلم جلد دوئم 401) (۲) فَبعث اللہ عیسیٰ بن مریم (مسلم جلد دوئم 403) پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم بھیجے گا لطف کی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک مقام پر نبی علیہ السلام کیلئے بھی نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قَدْ أَنزَلَ اللہ الیکم ذکراًo رَّسولاً۔ الخ اسی اللہ نے ایک نصیحت کرنے والا رسول (محمد ﷺ) تمہاری طرف بھیجا ہے (تفسیر ثنائی جلد ۸ صفحہ 79) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ (قد انزل اللہ الیکم ذکرا o ھو النبی ﷺ (روح المعانی جلد 28 صفحہ 209) ترجمہ: اللہ نے تمہاری طرف ذکر نازل کیا۔ ذکر سے مراد نبی علیہ السلام ہیں (سورۃ الطلاق آیت 10 تا 11)

سوال: آپ نے عقیدہ خاتم النبیین کے صفحہ 22 پر لکھا ہے "مطلب یہ کہ ان پر موت وارد ہو چکی ہے" کیا یہ تحریف نہیں؟

جواب: دیکھئے تلبیسات کے جوابات کے صفحہ 541 پر تفسیر ابن جریر کا حوالہ۔ و ما کانوا خالدین یقول و لا کانوا ارباباً لا یموتون ولا یفنون و لکنّھم کانوا بشراً اجساداً فماتوا (تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۷) ترجمہ: ما کانوا خالدین کا معنی یہ کہ وہ رب نہیں تھے کہ نہ مریں گے اور نہ فنا ہوں گے لیکن وہ بشری بدن والے تھے پس مر گئے۔

الحمد للہ! سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 8 میں نبی علیہ السلام سے قبل تمام انبیاء علیہم السلام کی وفات کا اعلان ہے۔ جسداً کے لفظ پر غور فرمائیں یہ نکرہ ہے اور سیاق نفی میں اسم نکرہ میں عموم ہوتی ہے جس میں استثناء کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: آپ نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن گواہی مجرموں پر دی جائے گی نہ کہ صالحین پر کیا یہ درست ہے؟

جواب: دیکھیے قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے ایمان والوں کو دائیں ہاتھ میں عمل نامہ ملے گا اور کافروں کو بائیں ہاتھ میں۔ کافر اپنے کفر و شرک سے انکار کریں گے تو انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے کہ ''جب تک میں ان میں رہا ان پر (دعوت حق کی) گواہی دینے والا تھا۔ جب آپ نے مجھے وفات دی تو آپ ہی ان پر نگراں رہے'' یہاں تک کہ ان کے چمڑے بھی ان پر گواہی دیں گے۔ ایمان والوں کو دائیں ہاتھ میں عمل نامہ مل کر خوشی سے دوسروں کو دکھاتے پھریں گے اور پھر جنت کی لازوال نعمتوں میں داخل ہوں گے (الّٰھمّ اجعلنا منھم) انبیاء علیہم السلام کو اپنی زندگی میں منافقوں کا حال معلوم نہیں تھا تو مرنے کے بعد کیسے معلوم ہوگا؟

یقین رکھیئے کہ محمد ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی (معصوم) کو آنا نہیں نہ سچے نبی جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور نہ جھوٹے نبی جیسے قادیانی کیونکہ قرآن وحدیث میں آپ ہی خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ تمام انبیاء (کے سلسلہ آمد) کو ختم کرنے والا ''النبیین'' حالت نصبی وجری میں نبی کی جمع ہے اور عربی قاعدے کے مطابق جمع سالم پر ''ال'' استغراقی ہوتا ہے۔ جس میں استثناء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی مطلب ہے حدیث ''لا نبیّ بعدی'' کا۔ میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں (چاہے وہ اپنی نبوت کا اعلان کرنے والا ہو یا محمد ﷺ کی نبوت کے تحت چلنے والا ہو) قرآن اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنی قیاس آرائیاں اچھی بات نہیں۔

اَللّٰھمّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقاً وَ ارْزُقْنَا اِتّبَاعَہ' وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہ'۔

رابطہ کیلئے چند قریبی مراکز کے پتے:۔

1 سلطان محمود۔ مسجد توحید۔ گاؤں ہزارہ۔ تحصیل کبل ضلع سوات

2 محمد جاوید اقبال۔ مرکز المسلمین 78 نیو سعید پارک نزد راوی پل۔ شاہدرہ لاہور فون نمبر 7923375

3 بخت زادہ:۔ مسجد توحید۔ مین روڈ گلبرگ نمبر 12۔ بالمقابل ایف ایم گارڈن۔ نزد ابراہیم ولا فیڈرل بی ایریا۔ کراچی 75950

4 ڈاکٹر محمد امین۔ بمقام برہ بانڈئی۔ تحصیل مٹہ ضلع مینگورہ سوات۔ فون نمبر: 877291

5 محمد داؤد۔ مسجد توحید۔ محلّہ سینی تور ڈھیر تحصیل چھوٹا لاہور۔ ضلع صوابی۔

6 تجلی خاں۔ گاؤں مروزئی ڈاکخانہ صرتخ براستہ شبقدر فورٹ تحصیل و ضلع چارسدہ۔ صوبہ سرحد

7 محمد عارف۔ مسکین مارکیٹ دکان نمبر 7 نزد قریشی پٹرول پمپ مانسہرہ روڈ ایبٹ آباد